تصانیف اشعری

از

جناب حافظ غلام مرتضیٰ صاحب ایم اے
استاذ السنۂ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی

مذکورہ بالا عنوان سے مولانا عابد رضاخاں صاحب بیدار رامپوری کا ایک مقالہ معارف بابت اکتوبر ۱۹۵۵ء شائع ہوا جس میں آپ نے مسٹر رچرڈ یوسف میکارتھی کی کتاب Theology of Al Ashari کا تذکرہ کیا اور لکھا کہ اس کتاب کے ضمیموں سے اشعری کی تصانیف کی فہرست نقل کی جارہی ہے۔ چونکہ راقم کو امام اشعری اور ان کے علم کلام سے خصوصی دلچسپی ہے، اس لئے کہ ۱۹۵۰ء میں ایم۔ اے کے امتحان سے فارغ ہو کر اشعری کو اپنے ریسرچ کا موضوع قرار دیا تھا، اس وقت سے مسلسل امام صاحب کی تصانیف اور ان کے آرا و افکار میرے زیر مطالعہ ہیں اور جہاں کہیں اشعری کے نام سے کوئی مواد ملتا ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لہٰذا مجھے مسٹر میکارتھی کی کتاب دیکھنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ اور اس سال جب علیگڈھ جانا ہوا تو وہاں برادر مکرم حافظ غلام مصطفیٰ صاحب لیکچرار شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی سے اس کا تذکرہ کیا تو موصوف نے بتایا کہ وہ کتاب ادارہ علوم اسلامیہ کی لائبریری میں موجود ہے اور ازراہ کرم موصوف نے وہ کتاب نکلوا کر کچھ عرصہ کے لئے مرحمت فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر میکارتھی نے اس کتاب میں کافی محنت وکاوش سے کام لیا ہے اور ان کا یہ کام بے انتہا قابل تحسین وصد آفریں ہے۔ مگر تصانیف اشعری کے نام سے جو ضمیمہ انھوں نے لکھا ہے اس میں سے بعض باتوں میں میری رائے مختلف ہے۔ اس سے مسٹر میکارتھی کی تنقید یا تنقیص مقصود نہیں، صرف اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لئے اپنے خیالات کو سپرد قلم کرتا ہوں۔

مسٹر میکارتھی نے فہرست کے آخر میں کتاب الابانہ پر جو نوٹ دیا ہے اس میں انھوں نے بعض وجوہ کی بنا پر یہ رائے قائم کی ہے کہ ابانہ اس موجودہ شکل میں امام اشعری کی اصل تصنیف نہیں ہے، مگر یہ

صحیح نہیں۔ میرے پاس اس کے کچھ دلائل بھی ہیں، جن کو کسی اگلی صحبت میں ذکر کروں گا۔ سردست تصانیف کی فہرست سے بحث ہے۔ مسٹر میکارتھی نے کل ۱۰۶ کتابوں کی فہرست دی ہے اور بقول خود یہ فہرست ابن عساکر کی تبیین کذب المفتری سے نقل کی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ بعض کتابیں جن کا ذکر تبیین میں ہے یا تو ان کا ذکر ہی نہیں کیا یا ذکر کیا مگر ان کے لئے علیحدہ نمبر قائم نہیں کئے۔ حالاں کہ ان کی تعداد ہی وہ چیز ہے جس سے متاثر ہو کر مترجم صاحب نے لکھا کہ "یہ فہرست اتنی مکمل شکل میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہے" اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ "اتنی کتابوں کا ذکر کسی ایک کتاب میں نہیں مل سکتا" حالاں کہ اس طول طویل فہرست میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہے جس کا ذکر تبیین میں نہ ہو، البتہ تبیین کی بعض کتابیں اس فہرست میں داخل نہیں۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ خود مسٹر میکارتھی نے کہیں بھی اس فہرست کی جامعیت یا اپنی شرفِ اولیت کا دعویٰ نہیں کیا۔

مترجم صاحب نے انگریزی سے ترجمہ کرتے وقت غالباً تبیین کو جو ہندوستان کی اکثر لائبریریوں میں موجود ہے، دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ورنہ ان سے اس قدر فاش غلطیاں نہ ہوتیں۔ کیوں کہ اوّل تو انھوں نے بعض کتاب کا نام ہی غلط لکھا اور بعض کتابیں جن کے نام میں کئی الفاظ ہیں ان کے بعض لفظ کو بدل دیا۔ حالاں کہ مسٹر میکارتھی نے ساری کتابوں کے نام Transliteration کے اصول کے مطابق رومن میں بکمال صحت کے ساتھ قلم بند کئے ہیں۔ بعض کتاب جو مسٹر میکارتھی کی فہرست میں ہے اس کو انھوں نے بالکل نظرانداز کر دیا۔ اصل میں قابل غور وہ مقامات ہیں جہاں انھوں نے بعض کتابوں کے موضوع کی تصریح کی ہے۔ مسٹر میکارتھی نے تو تبیین دیکھ کر انگریزی میں لفظی ترجمہ کر دیا مگر ہمارے اردو کے مترجم صاحب نے کچھ ایسا ترجمہ کیا کہ بعض جگہ تو بالکل مبہم رہ گیا اور بعض جگہ کچھ ایسی باتیں کہہ گئے جس سے پڑھنے والا بجائے امام اشعری کے مذہب کو سمجھنے کے ان کے بارے میں غلط رائے قائم کر دے۔

علاوہ ازیں بیدار صاحب نے ابتدا میں فرمایا کہ "مورخین نے امام ابوالحسن اشعری کی تصانیف کی تعداد تین سو تک لکھی ہے، ممکن ہے اس میں کچھ مبالغہ ہو" تعجب ہے کہ آپ کو ان کی تعداد میں شبہ ہے اور اس کو بہ نظر استبعاد دیکھتے ہیں۔ حالاں کہ اسی تبیین میں جو اس موجودہ فہرست کی اصل ہے صفحہ ۱۳۶ پر ایک ثقہ روایت نقل کی گئی ہے جس میں ان کی تعداد دو سو اور تین سو سے زیادہ بتلائی گئی ہے اور پھر ابن فورک

نے کتاب العمد سے فہرست کتب نقل کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ یہ وہ کتابیں ہیں جو امام اشعری نے ۳۲۰ھ تک لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ اُن کے اور بھی ملفوظات ہیں اور مختلف اطراف سے آنے والے سوالات کے متفرق جوابات وغیرہ ہیں جن کے نام یہاں پر ذکر نہیں کئے گئے (تبیین صفحہ ۱۳۵) اور یوں بھی روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کسی مصنف کی مستقل کتابیں جتنی ہوتی ہیں اس سے کہیں زیادہ اس کے رسالے، اور اس سے بھی زیادہ مضامین ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی مستقل تصانیف جتنی ہیں اس سے کہیں زیادہ مختلف مسائل پر چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں اور پھر مواعظ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے جس میں سے ہر وعظ ایک مختصر کتاب ہے۔ پس اگر ہمارے زمانے کے مجدّد کی علمی خدمات اتنی زیادہ ہیں تو پھر اگر امام اشعری نے جو خود اپنے زمانے کے مجدّد تھے، اگر تین سو تصانیف یادگار چھوڑی ہوں تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ جب کہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آئے دن امام صاحب کا مقابلہ معتزلہ، زنادقہ اور دیگر بدعتی فرقوں سے ہوتا رہتا تھا اور اس وقت صرف امام صاحب ہی کی ذات تھی جس نے شرک و بدعت کے بڑھتے ہوئے دھارے کو روکا۔

اب میں معارف بابت اکتوبر ۱۹۵۵ء کو سامنے رکھ کر نمبروار ہر اس کتاب پر تبصرہ کروں گا۔ جن کو اپنے نزدیک قابل غور سمجھتا ہوں۔

(۱) الفصول: "ملاحدہ، فلاسفہ، مادیین، حلولیین اور ان لوگوں کے رد میں جو عالم کو ازلی مانتے ہیں۔ اس میں یہود، مجوس، براہمنہ اور نصاریٰ کا بھی رد ہے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس میں ۱۲ کتابیں ہیں۔ ان میں ابن راوندی کی "کتاب التاج" کی تردید بھی شامل ہے"

حلولیین کا لفظ کہاں سے آگیا معلوم نہیں کیوں کہ ابن عساکر کے یہاں لفظ اہل التشبیہ ہے جس کا ترجمہ مسٹر میکارتھی نے Assimilator سے کیا ہے۔ مترجم صاحب نے اس کے لئے حلولیین کا لفظ استعمال کیا حالانکہ اس کے لئے انگریزی میں Incarnationist کا لفظ آتا ہے۔ اہل التشبیہ اور حلولیین میں بڑا فرق ہے، عبدالقاہر بغدادی اپنی کتاب الفرق بین الفرق میں لکھتے ہیں ان المشبھۃ صنفان صنف شبھوا ذات الباری بذات غیرہ و صنف آخر من شبھوا صفاتہ بصفات غیرہ اس کے بعد انھوں نے مختلف

اصناف کا ذکر کیا ہے جن میں سے اکثر اسلام سے خارج ہیں اور بعضوں کو متکلمین نے دائرہ اسلام میں شمار کیا ہے۔ اس کے برخلاف حلولیہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی روح کے (نعوذ باللہ) مخلوق کے اندر حلول کر جانے کے قائل ہیں جس سے وہ مخلوق خدا بن جاتی ہے۔ اسلام میں کل دس فرقے ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے اور وہ یہ ہیں۔ سبابیہ، بیانیہ، جناحیہ، خطابیہ، نمیریہ، مقنعیہ، رزامیہ، حلمانیہ، حلاجیہ اور عذاقرہ اور یہ سب کے سب اسلام سے خارج ہیں (الفرق بین الفرق صفحہ ۲۴۱) "یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس میں بارہ کتابیں ہیں" ابن عساکر نے لکھا ہے۔ یشتمل علی اثنی عشر کتابا اول کتاب اثبات النظر وحجۃ العقل والرد علی من انکرہ جس کا ترجمہ مسٹر میکارتھی نے کر دیا ہے۔ مترجم صاحب اگر پورا ترجمہ کر دیتے تو موضوع کی پوری وضاحت اور صراحت ہو جاتی۔

آخری جملے سے بالکل پتہ نہیں چلتا کہ آخر کتاب التاج کا کیا موضوع ہے حالانکہ تبیین میں صاف بتا دیا گیا ہے وھو الذی نصر فیہ القول بقدم العالم، مسٹر میکارتھی نے بھی اس کا ترجمہ کر دیا ہے جس کا مفہوم ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں ابن راوندی نے اس قول کی تائید کی ہے کہ عالم قدیم ہے۔

(۳) "کتاب فی خلق الاعمال :۔ معتزلہ اور قدریہ کے عقیدہ خلق اعمال کے رد میں" اس سے پڑھنے والا یہ سمجھے گا کہ خلق اعمال معتزلہ اور قدریہ کا عقیدہ ہے اور امام اشعری اس کے منکر تھے چنانچہ اس عقیدہ کی تردید میں یہ کتاب لکھی حالانکہ یہ غلط ہے۔ خود امام صاحب کا مذہب ہے کہ اعمال مخلوق ہیں۔ کتاب الابانہ میں صفحہ ۶ پر فرماتے ہیں وان اعمال العبد مخلوقۃ للہ مقدرۃ کما قال (خلقکم وما تعملون) معتزلہ اس کے خلاف تھے ان کی تردید میں یہ کتاب لکھی گئی۔ یہ غلطی صرف اس وجہ سے ہوئی کہ مترجم صاحب نے ALLEGATIONS کا ترجمہ عقیدہ سے کیا۔

(۴) کتاب کبیر فی الاستطاعت :۔ اس میں استطاعت کے بارے میں معتزلہ کے دلائل رد کئے ہیں" اس مختصر ترجمہ سے بالکل پتہ نہیں چلتا کہ استطاعت کے بارے میں معتزلہ سے کیا اختلاف ہے اور امام صاحب کا کیا مسلک ہے حالانکہ مسٹر میکارتھی نے لکھا ہے۔

In which we refuted their Proofs that the capacity Precedes the act.

یعنی جس کتاب میں ہم نے معتزلہ کے دلائل کی تردید کی ہے کہ استطاعت قبل فعل ہوا کرتی ہے۔ امام صاحب کا مسلک ہے ہر استطاعت مع الفعل ہوتی ہے نہ کہ قبل الفعل۔ کتاب الابانہ صفحہ ۷۶ پر فرماتے ہیں وان احداً لایستطیع ان یفعل شیئاً قبل ان یفعلہ اور اس کو اپنا موقف بنا کر کتاب اللمع صفحہ ۷۶ میں اپنے دلائل بیان کئے ہیں وھمایدل علی ان الاستطاعۃ مع الفعل للفعل ...... الخ

(۵) "کتاب کبیر فی الصفات:۔ معتزلہ، جہمیہ اور دوسرے مخالفین کے رد میں ہے، علم، قدر اور دوسری صفات الٰہی کے سلسلہ میں، ابوالہذیل، معمر، نظام اور خوطی کے رد میں، اور عالم کو ازلی ماننے والوں کے رد میں اور اس بحث میں کہ خدا کا چہرہ ہے، اس کے ہاتھ ہیں اور یہ کہ وہ کرسی عرش پر قائم ہے بلعہ ناسی اور اس کے عقیدۂ اسماء وصفات کی تردید بھی اس میں شامل ہے" اس میں کئی باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) (الف) اس "سلسلے میں" سے بالکل اندازہ نہیں ہوتا کہ آخر معتزلہ کا کیا مسلک تھا جس کی تردید امام صاحب نے کی حالانکہ مسٹر میکارتھی کی عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ معتزلہ وغیرہ صفات الٰہی کی نفی کرتے تھے جس میں امام صاحب کا ان سے اختلاف تھا۔

Concerning their denial of Gods knowledge and His Power and His other attributes

(ب) قدر کا لفظ یہاں بالکل ہی مہمل ہے اگر مترجم صاحب تبیین دیکھ لیتے تو اس میں قدرت کا لفظ مل جاتا جو بعینہ اردو میں مستعمل ہے۔ Power کا ترجمہ انگریزی کا ایک معمولی طالب علم کر سکتا ہے۔ ممکن ہے بجائے قدرت کے قوت اور طاقت سے ترجمہ کیا جائے۔ مگر قدر تو کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

قدرت اور قدر کے مفہوم میں زمین آسمان کا فرق ہے بالخصوص علم کلام میں۔ شرح مواقف میں الموقف الخامس کے المرصد الرابع کے المقصد الثانی کی عبارت ہے۔ انہ تعالیٰ قادر ای یصح منہ ایجاد العالم وترکہ اس کے بعد اسی موقف کے المرصد السادس کے المقصد الرابع میں قضا وقدر کی تعریف یوں کی ہے ان قضاء اللہ عند الاشاعرۃ وھو ارادتہ الازلیۃ المتعلقۃ بالاشیاء علی ماھی علیہ فیما لایزال وقدرۃ ایجادہ ایاھا علی قدر مخصوص وتقدیر معین فی ذواتھا علی احوالھا۔

(ج) "اثبات الوجہ للہ والیدین واستوائہ علی العرش" کا ترجمہ ایک انگریز پادری جس طرح

چاہے کر سکتا ہے مگر ایک مسلمان خصوصاً وہ جو امام اشعری کا مداح ہو اس سے اس کی ہرگز امید نہیں کہ "خدا کا چہرہ اور ہاتھ ہے اور یہ کہ کرسی عرش پر قائم ہے" سے ترجمہ کرے کیوں کہ امام صاحب کے نزدیک یہ سب باری تعالیٰ کے صفات ہیں اور وہ ان کو بلا کیف اسی طرح مانتے ہیں جیسے کہ قرآن میں ذکر ہے ہاتھ اور چہرہ سے ترجمہ کرنے پر نعوذ باللہ انسانی چہرہ اور ہاتھ سے تشبیہ لازم آتی ہے۔ کرسی عرش کی ترکیب بھی عجیب ہے۔ غالباً مترجم صاحب کے نزدیک کرسی اور عرش میں کوئی فرق نہیں اگر ترجمہ ہی کرنا تھا تو Throne کے لئے لفظ عرش لکھ دینا کافی تھا۔

(د) اور یہ لمعہ ناسہی کہاں سے نازل ہوگیا؟ تبیین میں الناشی کا لفظ ہے۔ مسٹر میکارتھی نے بھی Al Nashi صاف طور پر لکھ دیا ہے۔ انگریزی کا ایک مبتدی بھی جانتا ہے کہ sh سے ش کی آواز نکلتی ہے مگر مترجم صاحب نے s کو h سے علیحدہ کر کے لفظ کا تلفظ ہی بدل دیا چنانچہ ناشی کو ناسہی بنا دیا، مگر لمعہ کا لفظ کہاں سے لایا گیا اور یہاں پر اس کا کیا مفہوم ہے، میری ناقص عقل اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

(۶) "کتاب فی الجواز برویتہ اللہ بالابصار" تبیین میں جواز رویۃ اللہ ہے۔ مسٹر میکارتھی نے بھی پوری صحت کے ساتھ نام دیا ہے۔ مگر افسوس کہ اردو والوں نے اس کی شکل ہی بدل دی۔ جواز پر بلاوجہ ال بڑھایا گیا، رویتہ پر اوّل تو ب لگایا گیا دوسرے بجائے تائے مدورہ کے تائے کشیدہ لکھا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو میں ت کی تحریر یکساں ہوتی ہے، تسلیم ہے مگر کتاب کا نام تو عربی زبان میں ہے۔ نیز مترجم صاحب نے تمام کتابوں کے نام عربی رسم خط ہی میں لکھے ہیں۔

(۷) "کتاب کبیر ذکرنا فیہ اختلاف الناس فی الاسماء والاحکام والخاص والعام:۔ "گناہ کبیرہ کے مرتکب کے سلسلے میں اسماء اور احکام" یہ مختصر عبارت ایسی مبہم ہے جس سے موضوع کا بالکل پتہ نہیں چلتا۔ اور اگر قیاس آرائی کی جائے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ کے اسماء اور احکام سے بحث کی گئی ہے۔ اصل میں اسماء اور احکام کے عنوان سے علم کلام میں مستقل طور پر ایک باب ہے جس کے تحت میں چار مختلف مسائل داخل ہیں۔ (۱) ایمان کی ماہیت اور حقیقت کے

بارے میں۔ (۲) ایمان میں زیادتی یا نقصان ممکن ہے یا نہیں (۳) انا مؤمن ان شاء اللہ کہنا صحیح ہے یا نہیں (۴) کفر کی تعریف اور اس کی حقیقت۔ صرف مسئلہ نمبر۱ میں مرتکب کبیرہ کی ایک جزوی بحث ہے۔ امام اشعری کے نزدیک مرتکب کبیرہ مومن ہے، معتزلہ کے نزدیک نہ مومن ہے نہ کافر، ازارقہ کے نزدیک مشرک ہے اور حسن بصری کے نزدیک منافق ہے۔[1] مترجم صاحب کی مختصر اور مبہم عبارت سے کتاب کی اہمیت اور موضوع کی نوعیت بالکل ہی مسخ ہو گئی۔

اس کے علاوہ مترجم صاحب نے خاص اور عام کو بالکل چھوا تک نہیں، مسٹر میکارتھی نے تو کم از کم ان الفاظ کا ترجمہ کر دیا ہے اور ان کا مفہوم سمجھنے کے لئے کتاب اللمع کا حوالہ دے دیا ہے۔ بہرکیف خاص و عام کی بھی ایک بحث علم کلام میں آتی ہے۔ امام صاحب کے نزدیک قرآن کریم میں وعد اور وعید کی جتنی بھی آیتیں ہیں ان کی دلالت ہمیشہ نہ تو کل پر ہوتی ہے اور نہ بعض پر، بالفاظ دیگر نہ تو ایسا ہے کہ ہمیشہ وعید کی آیتیں عام ہوں اور وعدوں کی خاص اور نہ یہ کہ ہمیشہ وعید کی آیتیں خاص اور وعد والی عام ہیں۔ اس مسئلہ میں بھی معتزلہ اور دوسرے متکلمین کے مابین اختلاف ہے، چنانچہ امام صاحب نے اپنے مسلک کو کتاب اللمع کے نویں باب میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: فلما کانت صورۃ اللفظ ترد مرۃ ویراد بہا البعض وترد اخری ویراد بہا الکل لم یجز ان یقطع علی الکل بصورتہا کما لا یقطع علی البعض بصورتہا (صفحہ ۷۰)

(۱۶) کتاب کبیر:- الاصول کے رد میں، محمد بن عبد الوہاب الجبائی کے رد میں، معتزلہ کے عقائد کے بیان اور اس کے رد میں، معتزلہ کے ہر اس مسئلہ کے رد میں جس میں ہمارا ان کا اختلاف ہے۔" اس عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الاصول، الجبائی اور معتزلہ تین علیحدہ چیزیں ہیں حالاں کہ ان میں باہمی ارتباط ہے اور وہ یہ کہ الجبائی جو معتزلی تھا اور امام اشعری کا زمانۂ اعتزال میں ایک عرصہ تک استاد رہا، اس نے الاصول کے نام سے جو کتاب لکھی تھی، امام صاحب نے اس کا رد کیا۔ امام صاحب نے موضوع کی مزید تصریح کی ہے ذکرنا ما للمعتزلۃ من الحجج فی ذلک بما لم یأت بہ ونقضناہ یعنی اس کتاب میں ہم نے معتزلہ کے وہ دلائل بھی بیان کئے ہیں جن کو الجبائی (جیسا رئیس المعتزلین) چھوڑ گیا تھا اور پھر ان سب

---

[1] محصل الامام الرازی صفحہ ۱۴۷، ۱۵۷

کی تردید بھی کی۔ مسٹر میکارتھی نے اس کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا ہے۔ مگر مترجم نے یہ عبارت حذف کرکے امام اشعری کے فضل وکمال اور کتاب کی اہمیت کو نظروں سے اوجھل کردیا۔

(۱۷) "کتاب کبیر: نقد تاویل الادلۃ کے رد میں، البلخی کے رد میں، معتزلہ کے اصول میں"

اس میں کئی باتیں قابل غور ہیں:

(الف) اصل میں نقض تھا جس کو مترجم صاحب نے بدل کر نقد کر دیا حالانکہ ان دونوں کے مفہوم میں بڑا فرق ہے کیوں کہ نقد میں موافقت اور مخالفت کے دونوں پہلو نکل سکتے ہیں مگر نقض میں ہمیشہ مخالفت ہی ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مترجم صاحب transliteration کے اصول سے بھی ناواقف ہیں ورنہ تلفظ میں ایسی غلطی نہ ہوتی اس لئے کہ مسٹر میکارتھی نے لفظ Naqd میں d کے نیچے ایک نقطہ دے دیا ہے جو انگریزی میں ض کی علامت ہے۔

(ب) یہاں پھر وہی غلطی ہوئی یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نقض تاویل الادلۃ، البلخی اور معتزلہ کے اصول میں کوئی تعلق نہیں حالاں کہ البلخی ہی وہ معتزلی تھا جس نے اصول معتزلہ کے بارے میں نقض تاویل الادلۃ لکھی جس کی تردید میں امام صاحب نے یہ کتاب لکھی۔ اور آخری ٹکڑے سے تو ایک شدید غلط فہمی پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ گویا امام صاحب نے اس "کتاب کبیر" کو معتزلہ کے اصول کی توضیح وتشریح میں لکھا

(ج) اس کتاب کے متعلق ابن عساکر نے آخر میں یہ بھی لکھا ہے وضمنا الیٰ ذالک نقض ما ذکرہ من الکلام فی الصفات فی عیون المسائل والجوابات جس کا ترجمہ مسٹر میکارتھی یوں کرتے ہیں۔

and to that we added the refutation
of his Kalam on the divine attributes.
Concerning the Principal questions and answers.

ابن عساکر کی مراد یہ ہے کہ البلخی نے صفات کے بارے میں عیون المسائل والجوابات کی کتاب میں جو کچھ بیان کیا ہم نے اپنی کتاب میں اس کی تردید کا اضافہ کیا۔ مسٹر میکارتھی نے عیون المسائل والجوابات کا لفظی ترجمہ کر دیا اور یہ نہ سمجھے کہ یہ البلخی کی کتاب کا نام ہے اور (۳) کا موضوع اس سے پہلے لفظ صفات

سے متعین ہوچکا۔ مترجم صاحب نے کسی سبب سے جو انھیں کو معلوم ہوگا اس کو اردو ترجمے سے بالکل ہی حذف کر دیا۔

(۱۹) "کتاب جمل المقالات:۔ ملاحدہ اور نام نہاد 'اہل التوحید' کے رد میں" نام نہاد کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ مسٹر میکارتھی نے Professor of Gods oneness لکھا ہے جس کا ترجمہ موحدین یا اہل التوحید کافی ہے۔ اس 'نام نہاد' سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موحدین کے دو گروہ تھے ایک حقیقی دوسرے مصنوعی یا 'نام نہاد' نیز ابن عساکر اور مسٹر میکارتھی کی عبارت سے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ کتاب رد میں لکھی گئی۔ یہ لفظ رد کا اضافہ مترجم صاحب کی جدت ہے۔

(۲۰) کتاب الجوابات فی الصفات عن مسائل اہل الزیغ والشبہات:۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے جو ہم نے خود اپنی کتاب کے رد میں لکھی ہے جو کبھی معتزلہ کی حمایت میں لکھی تھی۔ ..... الخ" کتاب کے موضوع بیان کرنے میں خود امام صاحب نے اپنی ایک اور کتاب کا ذکر کیا۔ مسٹر میکارتھی نے اس عبارت کا ترجمہ بھی کیا مگر اس پرانی کتاب کے لئے علیحدہ نمبر مقرر نہیں کیا۔ کیا امام صاحب نے جو کتاب زمانۂ اعتزال میں لکھی تھی وہ ان کی فہرست کتب سے خارج کر دی جائے گی؟ اس سے سہواً یا عمداً امام صاحب کی تنقیص لازم آتی ہے۔ اور مترجم صاحب نے تو محض ترجمہ کیا ہے ان سے اس کی توقع کرنا ہی بے سود ہے۔

(۲۳) "القامع لکتاب الخالدی فی الارادۃ خالدی کی کتاب کے رد میں جس میں اس نے لکھا ہے کہ آغاز تو خدا کے ہاتھ میں ہے، مگر بہت سی چیزیں خدا کے ارادے کے خلاف ہوتی ہیں اور اکثر نہیں ہوتیں۔" کس چیز کا آغاز خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا پتہ نہیں چلتا۔ مسٹر میکارتھی نے حدث ارادۃ اللہ کا ترجمہ beginning of Gods will کیا ہے، اگرچہ حدث کا مفہوم اس سے ادا نہیں ہوتا مگر کم از کم ادا کرنے کی کوشش تو کی ہے، مگر اردو ترجمہ سے نفس مطلب ہی خبط ہوجاتا ہے اور مگر کا لفظ ایسا جوڑا ہے گویا آغاز کے بعد اب انجام کی خبر دیں گے اور دونوں جملوں میں ربط پیدا کرنے کی کوشش کی ہے حالاں کہ ایک کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ اردو میں عام طور پر لفظ قدیم وحادث برابر استعمال ہوتے ہیں۔ اگر ہم بجائے انگریزوں کی خوشہ چینی کے خود اپنے اسلاف کا دامن نہ چھوڑے ہوتے تو ایسی

غلطی نہ ہوتی، کیوں کہ ابن عساکر کی عربی عبارت کا ترجمہ "خدا کے ارادے کا حادث ہونا" بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ امام اشعری کے نزدیک خدا کا ارادہ اس کی صفات میں سے ہے اور جس طرح اس کی ذات قدیم ہے اس کی صفات بھی ازلی اور قدیم ہیں۔ کتاب اللمع کے دوسرے باب (ص ۲۳) میں قرآن اور ارادہ پر بحث کرتے ہوئے اس کے دلائل بھی دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں

"وھذا الدلیل علی قدم العالم ھو الدلیل علی قدم ارادۃ اللہ .... الخ

دوسرے جملہ میں ایک جگہ "بہت سی چیزیں" اور دوسری جگہ "اکثر" کا لفظ ہے۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہوتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ایک ہی شئے کا اثبات کر کے پھر اسی کی نفی کر دی گئی۔ اصل میں یہ شاء مالم یکن وکان مالم یشاء کا ترجمہ ہے جس کا سیدھا سادہ ترجمہ یہ ہوا کہ خدا نے چاہا وہ جو نہیں ہوا اور ہوا وہ جو اس نے نہیں چاہا۔ امام صاحب اور تمام اہل سنت والجماعت کا مسلک اس کے خلاف ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن یعنی جو اس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔

(۲۴) الدافع للمھذب:۔ خالدی کی مہذب کے رد میں" اس سے یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مہذب خالدی کی کتاب ہے مگر وہ کس فن میں ہے، اس کا موضوع کیا ہے اس کا پتہ نہیں چلتا اور جب تک یہ بات معلوم نہ ہوگی اس وقت تک امام صاحب نے جو کتاب تردید میں لکھی اس کی نوعیت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ حالاں کہ مسٹر میکارتھی نے لکھ دیا ہے کہ مہذب مقالات کے فن میں لکھی گئی تھی۔ مقالات ایسا فن ہے جس میں مختلف فرقوں کے اقوال و افکار کا تذکرہ ہوتا ہے۔

(۲۵) "خالدی کی ایک کتاب کے رد میں جس میں اس نے "رویت سعیدہ" سے انکار کیا ہے" رویت سعیدہ کی ترکیب اور اس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا، حالاں کہ اس سے قبل کتاب ۱۶ اور اس کے بعد کتاب ۲۹ میں صرف لفظ رویت استعمال کیا گیا ہے۔ مسٹر میکارتھی نے رویۃ اللہ بالابصار کا ترجمہ ocular vision of God سے کیا ہے اور ocular کا ترجمہ اردو میں کسی طرح سعیدہ سے نہیں ہو سکتا۔ چیمبرس کی انگریزی لغت میں ocular کے معنی یہ ہیں۔

Pertaining to the eye; formed in or known by the eye, received by actual sight.

اس سے سعادت یا شقاوت کا کوئی مفہوم نہیں نکلتا۔

(۲۶) "بلخی کی اس کتاب کے رد میں جس میں اس نے ابن راوندی کی غلطیاں دکھائی ہیں۔" یہ ترجمہ صحیح نہیں، اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام صاحب ابن راوندی کے ہم خیال ہیں، کیوں کہ جس کتاب میں اس کی غلطیاں دکھائی گئی ہیں۔ امام صاحب نے اس کی تردید میں لکھا۔ حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ بلخی نے جس کتاب میں ابن راوندی کی غلطیوں کی اصلاح کی تھی اس کا رد کیا گیا یعنی ابن راوندی کے اقوال میں غلطیاں تو پہلے ہی سے تھیں، اس کے ہم مشرب نے باوجودیکہ ان کی اصلاح کی پھر بھی امام صاحب کے نزدیک غلطیاں باقی رہ گئیں اور ان کی تردید کی گئی۔ مسٹر میکارتھی کی عبارت کا بھی یہی مفہوم ہے۔

A book in which we refuted a book of Al-Balkhi in which he was said to correct the mistakes of Ibn al-Rawandi in gadal.

اردو ترجمہ سے کتاب کا موضوع متعین نہیں ہوتا حالانکہ مسٹر میکارتھی نے بتادیا کہ بلخی نے ان غلطیوں کی اصلاح کی جو ابن راوندی نے فن جدل Topica میں کیں، اس سے لازمی طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ امام صاحب کی کتاب بھی فن جدل میں ہوگی، اس فن میں امام صاحب کی تین کتابیں ہیں۔ ایک تو یہی دوسری کا نام ادب الجدل اور تیسری شرح ادب الجدل ہے۔

(۲۷) "خالدی کی اس کتاب کے رد میں جس میں اس نے انکار کیا ہے کہ ارادہ اور عمل خدا کی طرف سے ہیں۔" یہ ترجمہ سراسر مبہم ہے، خلق الاعمال و تقدیرہا کا ترجمہ مسٹر میکارتھی نے Creation and determination human acts سے کیا ہے مگر اردو میں تقدیر کا ترجمہ ارادہ سے نہیں ہوسکتا، علاوہ ازیں صرف عمل کا لفظ بے موقع ہے کیوں کہ مسئلہ مختلف فیہ خلق اعمال اور ان کا خدا کی طرف سے مقدر ہونا ہے، امام صاحب کا مسلک ہے کہ تمام اعمال مخلوق ہیں اور مقدر ہوچکے ہیں۔ وان اعمال العبد مخلوقة للہ مقدرة (ابانہ صفحہ ۹)

(۲۸) "کتاب الاستشہاد. جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ معتزلہ کے دلائل سے خدا کا علم، قدرت اور دوسری صفات ثابت ہوتی ہیں"۔ یہ ترجمہ گمراہ کن ہے۔ معتزلہ تو صفات باری کے منکر ہیں بھلا ان کے دلائل سے یہ باتیں کیسے ثابت ہو سکتی ہیں، اور "دلائل" کس لفظ کا ترجمہ ہے معلوم نہیں۔ مسٹر میکارتھی کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ معتزلہ اپنے اس خاص طرز استدلال کی بنا پر جس کی رو سے وہ شاہد سے غائب پر دلیل لاتے ہیں، مجبور ہیں کہ صفات باری کا اقرار کریں اور خدا کے لئے ان کو ثابت مانیں۔ اس طرز استدلال پر شرح مواقف میں الموقف الاول کے المرصد السادس کے المقصد الخامس میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے "الطریق الثانی من ذینک الطریقین الضعیفین قیاس الغائب علی الشاهد ... الخ" اس سے امام صاحبؒ کے فکر کی بلند پروازی کا اندازہ ہوتا ہے کہ اپنا قول مخالفین سے منوانے کے لئے الخصم کا طریق حجت اختیار کرتے ہیں تاکہ پھر انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

(۲۹) "کتاب المختصر فی التوحید والقدر: کلام کے مختلف ابواب پر ہے جس میں رویت، صفات، ارادۂ الٰہی کی ہمہ گیری، علت ثانی یا تولد ... الخ"۔ مسٹر میکارتھی نے لکھا ہے all the matters related to the divine determination جس کا ترجمہ "ارادۂ الٰہی کی ہمہ گیری" سے کیا گیا ہے divine determination کا ترجمہ تقدیر الٰہی ہوتا ہے، ارادۂ الٰہی کے لئے انگریزی میں divine will آتا ہے، ارادہ اور تقدیر کے مفہوم میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس کے بعد اگر تولد کا لفظ سمجھ سے باہر تھا تو اس کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا، "علت ثانی" سے اس کا مفہوم سمجھانے کی مفت کوشش کی گئی ہے، کیوں کہ تولد کا مفہوم اگر کسی قدر ادا ہو سکتا ہے تو معلول ثانی سے نہ کہ علت ثانی سے۔ علم کلام میں باب افعال کے تحت میں تولد کی بحث آتی ہے۔ امام رازی اپنی کتاب محصل (ص ۱۴۵) میں فرماتے ہیں "اذا حرکنا جسما فعند المعتزلة حرکة یدنا اوجبت حرکة ذلک الجسم وهو باطل عندنا وهذه هی المسئلة المشهورة بالتولد" یعنی جب ہم کسی چیز کو حرکت دیں تو معتزلہ کے نزدیک اس جسم کی حرکت کا موجب ہمارے ہاتھ کی حرکت ہے اور ہمارے نزدیک یہ رائے غلط ہے۔ اور یہی وہ مسئلہ ہے جو تولد کہلاتا ہے۔ امام اشعری نے مقالات الاسلامیین جلد دوم میں اختلاف المتکلمین فی باب التولد وما یتعلق بہ کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے جو صفحہ ۴۰۹ سے صفحہ ۴۱۳ تک پھیلا ہوا ہے۔

(۴۴) "کتاب الارجانیین" شہر کا نام تو ارجان ہے، یہ ارجانی کیا چیز ہے، ممکن ہے کاتب نے الف کا اضافہ کر دیا ہو۔

(۴۵) "جواب الامانیین" امانیین کا لفظ امان سے مشتق ہے یا مانی سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا حالاں کہ مسٹر میکارتھی نے umanyun سے کر دیا ہے، اس کا ترجمہ بھی men of Uman لئے عربی رسم خط میں جواب العمانیین ہونا چاہیئے۔ اسے کاتب کی غلطی پر محمول کیا جائے یا بیدار صاحب کی غفلت پر۔

(۴۶) "المسائل المنثورات البغدادیہ" یہاں پر المنثورات میں پھر وہی الف کا اضافہ کر دیا گیا۔ کیا کاتب ہی نے اس کے بعد ت کی شکل بھی بدل دی یعنی بجائے تائے مدورہ کے تائے کشیدہ بنا دیا؟ مسٹر میکارتھی نے تو المنثورۃ لکھا ہے۔

(۴۷) "عباد بن سلیمان کے کلام کے رد میں" اس عباد بن سلیمان کے کلام کی نوعیت کا پتہ نہیں چلتا حالاں کہ مسٹر میکارتھی نے اتنا اور لکھ دیا ہے on the abstruse points of kalam یعنی کلام کے دقیق مسائل کے بارے میں۔ علم کلام میں دو قسم کے مسائل آتے ہیں ایک جلیل دوسرے دقیق، چنانچہ امام صاحب نے مقالات الاسلامیین کی جلد اول میں جلیل مسائل اور جلد دوم میں دقیق مسائل بیان کئے ہیں۔

(۴۹) "شئی پر ایک کتاب: اس میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ اشیاء بہر حال اشیاء ہیں چاہے وہ معدوم ہوں"، ابن عساکر نے اس کے آگے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے رجعنا عنہ ونقضناہ فمن وقع علیہ فلا یعولن علیہ مسٹر میکارتھی نے اس عبارت کا ترجمہ بھی کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اب ہم نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور اس کا رد بھی کیا ہے، پس جس شخص کو وہ کتاب ہاتھ لگے اس پر ہرگز اعتماد نہ کرے۔ چنانچہ شئی پر امام صاحب کی دو کتابیں ہوئیں، ایک وہ جس میں اس نظریہ کی تائید کی گئی ہے کہ اشیاء بہر حال اشیاء ہیں چاہے وہ معدوم ہوں، اور دوسری وہ جس میں اس نظریہ کی تردید کی گئی ہے۔ مترجم صاحب نے اس بحث کو بے کار محض سمجھ کر سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں کیا چنانچہ اردو ترجمے سے اگر کوئی سمجھنا بھی چاہے تو یہ نکتہ سمجھنے کی گنجائش ہی نہیں۔

باقی